ثنائی ترجمہ پر ایک نظر!

(حضرت مولانا الحاج عبد الجلیل صاحب سامرودی)

صحیفہ اہلحدیث کی کسی قریبی اشاعت میں مولانا صاحب سامرودی کی ایک اطلاع شائع ہو چکی ہے جس میں مولانا صاحب نے برادران اہلحدیث کو اس بات پر متنبہ کیا تھا کہ قرآن مجید کا ثنائی ترجمہ عقائد اہلحدیث کے خلاف ہے۔ اس پر ہمارے بعض احباب نے مولانا صاحب سے مطالبہ کیا۔ کہ وہ ترجمہ جو عقائد اہلحدیث کے خلاف ہے۔ آپ عوام اہلحدیث کی معلومات کیلئے بحوالہ تحریر کریں۔ مولانا صاحب نے حسب مطالبہ چند مقامات کا ترجمہ جو عقائد اہلحدیث کے منافی تھا، لکھکر ادارہ کو بھیجا ہے جو درج ذیل ہے۔ ہمارے معزز احباب کو چاہیئے۔ کہ وہ ٹھنڈے دل اور نظر انصاف سے اس کا مطالعہ کریں۔ واقعی اگر کتاب و سنت کی رو سے ثنائی ترجمہ عقائد اہلحدیث کے خلاف ہے۔ تو مولانا صاحب سامرودی پر کسی کی حمیت و عصبیت کی بنا پر غیظ و غضب اور عتاب کی بجلیاں نہیں گرانا چاہئیں۔ اور اگر مولانا صاحب نے حقیقت کے خلاف غلط پروپیگنڈہ کیا ہے تو آپ فوری طور پر مولانا صاحب کے خلاف قلم اٹھائیے مضمون لکھکر بھیجئے۔ ادارہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کو فراخدلی کے ساتھ صحیفہ اہلحدیث میں شائع کریگا۔ (مدیر)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔ اَمَّا بَعْدُ۔

برادران اسلام خصوصاً جماعت موقرین اہلحدیث کثر اللہ سوادہم کی خدمت والا میں نہایت احترام سے عرض گزار ہوں۔ کہ تازہ ترین اشاعتوں میں ہمارے محترم مولانا داؤد راز سلمہ ربہ نے قرآن شریف ثنائی ترجمہ والا شائع کیا ہے۔ جس پر بعض علماء کی تقریظیں بھی شائع ہوئی ہیں۔ حضرات! مجھے کسی سے ذاتی عداوت، دشمنی، کاوش نہیں۔ اور نہ ہی یہ مجھ میں مرض ہے۔ البتہ مجھ میں ایک مرض ہے تو وہ یہی ہے کہ میں دین متین کے خلاف ایک حرف بھی برداشت کرنے پر راضی نہیں۔ پھر خلاف کرنے والا اپنا ہو یا بیگانہ، استاذ ہو یا کوئی بھی بزرگ ہو مجھے خداوند قدوس نے ایسی توفیق ہی نہیں دی کہ میں کسی بڑی سے بڑی ہستی سے مرعوب ہو کر چشم پوشی سے کام لوں خداوند قدوس وقت نہ دکھلائے۔ جبکہ اس سے قبل ہی اس عظیم ہستی

اُٹھانے کو ہے۔ جیسا کہ ہر زمانہ میں جب سے کہ خدا نے قدرت شعور دیا ہے ــــ بفضلہ تعالیٰ حق کے خلاف آواز اٹھانیوالوں کے خلاف قلم اٹھایا اور احتجاج بلند کیا۔ چنانچہ مولانا ثناء اللہ صاحبؒ کے اخباری فائل، اہلحدیث گزٹ کے فائل اور تنظیم اہلحدیث کے فائل شاہد عدل ہیں۔

حضرات! میرا اولین فرض ہے کہ میں افراد جماعت حقہ اہلحدیث کے عقائد میں جو بھی چیز خرابی پیدا کرنیوالی ہو اُس سے اپنے بھائیوں کو آگاہ کروں۔ بندہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں لومۃ لائم کی پرواہ نہیں کیا کرتا۔ مشکوٰۃ شریف میں بیہقی کی مدخل سے ایک حدیث حاملین حدیث کی شان میں وارد ہوئی ہے کہ وہ تحریف غالین، انتحال مبطلین و تاویل جاہلین کا دفعیہ کریں گے۔ اللہ عزوجل نے علماء اہلحدیث کے پیدا کرنے میں یہی راز رکھا ہے کہ دین متین میں لوگوں کی اختراعات اور حشو و زوائد کو دور کریں۔ چنانچہ جماعت علم حدیث نے دودھ اور پانی کو جدا کر دیا۔ اختراعاتِ اقوام میں امتیازی مرحلہ و فرق واضح کر دیا۔ قرآنی تفاسیر و تراجم جہلا اور اہل اعتزال نے اپنے اپنے مذاق میں ڈھال کر اہل حق کے عقائد کو مجموعہ بنا دیا ہے۔ اچھے اچھے امتیاز سے عاری ہو گئے اپنے دامنوں کو ان کی آلودگی سے پاک نہ کر سکے۔ دلدل میں ان کے قدم پھنس کر رہ گئے۔ حسن ظنی کا ستیاناس ہو اس نے بھی انسان کو حقائق شرعیہ سے کوسوں دُور پھینک دیا۔ ارشاد نبوی بالکل صحیح ہے۔ حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ۔ تقلیدی سلسلہ بھی اسی کی ایک کڑی ہے۔ ہمارے علماء اہلحدیث کے جو دامن اس گندگی میں ملوث ہوئے ہیں وہ صرف اسی حسن ظنی کی ہی بنا پر ورنہ یہ عجیب ایک باہوش جماعت دنیا میں واقع ہوئی ہے۔ مگر مثل مشہور ہے کہ "کوا ہنس کی چال چلتے لگا اپنی چال بھی بھول گیا"۔ اس میں بُرا ماننے کی کوئی بات نہیں ہمارے مولانا ثناء اللہ صاحبؒ امرتسری نے ایک جامع تفسیر ثنائی اردو میں تالیف کی تھی، جس کے متعلق علماء اہلحدیث معتمدین نے بالاتفاق تحریر فرمایا تھا کہ "تفسیر ثنائی تفسیر سلف کے خلاف ہے اور اہل اعتزال و نیچریوں کے موافق"۔ کئی مقامات میں ہمارے مولانا آزاد صاحب نے بھی صاف گوئی سے کام لیا ہے۔ تاہم محل تعجب یہ امر ہے کہ حاشیہ فوائد میں جس کی تردید کی جاتی ہے اس کا ترجمہ بھی بحال رکھا جاتا ہے۔ اس نرالی منطق کا راز پبلک پر واضح نہ ہوا۔ غلطی کی اصلاح نفس ترجمہ میں کرنی چاہئے تھی یا فوائد میں۔ کیا پبلک کو غلط راہ پہ چلنے دیا جاوے، صرف اپنی اصلاح کر لی جاوے۔ مجھے علماء مقرظین قرآن مجید مترجم بہ ترجمہ ثنائی، پر تعجب ہے۔ کہ انہوں نے کیا سوچ اور سمجھ کر تقریظیں لکھ دیں۔ میرا اپنا خیال ہے کہ ہمارے ان علماء کرام نے ابتداء سے انتہا تک اس ترجمہ کا مطالعہ بنظر غائر کیا ہی نہیں تھا۔ محض حسن ظنی یا نام کی لاج رکھنے کی بنا پر لکھ ڈالی ہونگی۔ آپ حضرات کے سامنے بعض آیات کے تراجم بطور نمونہ پیش کر کے داد انصاف کا طالب ہوں۔

۱۔ ملاحظہ ہو پارہ اول آیت ۳۴، ص

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا

إِلَّا إِبْلِيسَ. ثنائی ترجمہ: "جب ہم نے تمام فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم کی بزرگانہ تعظیم کرو پس سب نے تعظیم کی مگر شیطان"۔

ص۳۱۶ میں "فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ" کا ترجمہ کیا "پس تعمیل حکم میں سب فرشتوں نے اُسے جھک کر سلام کیا"۔ مولانا آزاد صاحب نے بھی ص۹ اور ص۱۸۱ اور ص۳۱۶ میں دل کھول کر اس کی تائید کی اور اسی کو قول اصح قرار دیا ـــــ ص۲۱۳ میں "فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ" کا ترجمہ کیا "تم تعظیماً اسے جھک کر سلام کرنا"۔

ماتھا ٹیکنے کی نفی اور اس سے انکار مولانا ثناء اللہ صاحب نے اور مولانا آزاد نے ان کی تقلید کی بنا پر کیا۔

میں کہتا ہوں کہ صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً وارد ہے۔ "اِذَا قَرَأَ ابْنُ اٰدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ اِعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِيْ يَقُوْلُ يَا وَيْلِيْ اُمِرَ ابْنُ اٰدَمَ بِالسُّجُوْدِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَاُمِرْتُ بِالسُّجُوْدِ فَعَصَيْتُ فَلِيَ النَّارُ" (مشکوٰۃ ص۸۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم جب سجدہ کی آیت پڑھتا ہے اور پھر سجدہ کرتا ہے تو شیطان پرے ہٹ کر روتا ہوا کہتا ہے میرے لئے ہلاکی تباہی ہو۔ ابن آدم کو سجدہ کا حکم دیا گیا اس نے سجدہ کیا اس کے لئے جنت ہوگئی۔ مجھے سجدہ کا حکم دیا گیا تھا میں نے نافرمانی کی میرے لئے آگ متعین ہے۔ بخاری شریف کتاب التفسیر میں ہے۔ "وَاَسْجَدَ لَكَ مَلٰٓئِكَتَهٗ" "تیرے لئے اپنے ملائکہ سے سجدہ کرایا تھا"۔ جب ارشادِ نبوی ابلیس کے ماتھا ٹیکنے اور خدا کی فرمانبرداری کرنے کی نفی کرتا ہے۔ اور یہ مولانا آزاد اور مولانا ثناء اللہ صاحب جھک کر سلام کرنے کو لئے پھرتے ہیں تو بھی علماء اسلام کے یا مترجم صاحبان کچھ ہیں؟ اس پر طرہ یہ ہے کہ آزاد صاحب ص۲۸۷ پر فرماتے ہیں۔ کہ اصح یہی ہے کہ یہ سجدہ اپنی ہیئت معروف کے ساتھ زمین پر پیشانی رکھنے کے معنی میں تھا ہی نہیں۔ ص۶۵

ببیں تفاوتِ رہ از کجا تا بکجا

ابلیس کو جھکنے میں کوئی عار نہیں تھی بلکہ صرف پیشانی کو خاکی پتلے کے سامنے رکھنے میں عار تھی۔ ملائکہ کو سجدہ کی ہیئت معلوم ہی تھی اُسی معروف ہیئت ہی سے سجدہ کا حکم صادر کیا گیا تھا۔ "لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ" بس جب حکم "فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ" ہوا پھر کیا تھا سجدہ میں پڑ گئے۔ ابلیس سجدہ میں ان کے ہمراہ نہیں واقع ہوا۔ حضرات! جس طرح ماتھا ٹیکنا غیر خدا کے سامنے جائز نہیں اسی طرح رکوع اور قیام بھی تو درست نہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھکنے اور قیام سے بھی تو امت کو منع کیا ہے۔ اس لئے کہ قیام، رکوع اور سجود نماز کے جزو اعظم ہیں۔ ارشاد باری ہے۔ "وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ" اور فرمایا۔ "وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ"۔ انحناء یعنی جھک کر سلام کرنے کو کس نبی نے روا رکھا ہے؟ کہ جس کی بنا پر جھک کر سلام کرنا تو درست ہو اور ماتھا ٹیک کر اعزاز دینا حرام ہو؟ شریعت محمدیہ میں تو سر ٹیکنا، جھکنا، کھڑا ہونا یہ سب اعزاز کی بنا پر ہی تو روا نہیں۔ جامع ترمذی میں حسن اسناد سے انحناء کی نفی بھی وارد ہوئی ہے۔ جھک کر سلام

کرنے کا طریقہ تو بدعتیوں نے چودھویں صدی میں ایجاد کیا ہے اس قسم کے مترجمانہ امور کو اگلی امت سے چھپانا کرنا دین و اسلام کے حقائق سے لاعلمی ہی کا ثمرہ ہے. صاحب مدارک التنزیل نے اس جگہ ابن عباسؓ سے انحناء کو بیان کیا ہے. اس میں مدارک والے کی فاش غلطی ہے اس لئے کہ جو رکوع بمعنی سجدہ کی تفسیر میں آیا ہے وہ سجود ملائکہ میں نہیں بلکہ بنو اسرائیل کے متعلق جہاں "اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا" وارد ہے وہاں "رُکَّعًا" ابن عباسؓ سے منقول ہے. اولاً تو یہ تفسیر ابن عباسؓ سے صحیح نہیں. ثانیاً یہ ان کا اپنا خیال ہے. اگر بنو اسرائیل محض اس سے رکوع سمجھتے ہوتے تو انہیں چوتڑوں کے بل گھسٹ گھسٹ چلنے کی کیا ضرورت تھی. رکوع میں انہیں کیا اشکال تھا. رکوع و سجود کے درمیانی شکل کیوں اختیار کی؟ صحیح بخاری کتاب التفسیر باب قولہ "حطۃ" میں ابوہریرہؓ سے مرفوعاً وارد ہے. کہ بنی اسرائیل سے "اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا" الخ کہا گیا تو "فَدَخَلُوْا یَزْحَفُوْنَ عَلٰی اِسْتَاهِهِمْ" الخ وہ چوتڑوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے. یہ تو ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی: اب ابن عباسؓ سے مقابلہ کر لیجئے اور ایمان کو سامنے رکھتے ہوئے فرمائیے کہ "سُجَّدًا" کا معنے "رُکَّعًا" صحیح ہوا. یا کیا مدعی سست گواہ چست کا مضمون رہا. بنو اسرائیل سجدہ سجدہ حقیقی سمجھتے تھے مگر قول و فعل دونوں ہی کو قریبی چیز سے بدل ڈالا. قول حطۃ کو قریبی حرف حنطۃ سے بدلا اور فعل "سُجَّدًا" کو قریبی فعل جلوس علی الاستاہ سے بدلا. یہ تو نبی معصوم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت ہوا اب کس کی مجال ہے جو اس کے خلاف دم مارے. مولانا راز صاحب مولوی ثناء اللہ صاحب کی تقلید میں ترجمہ لکھتے ہیں. "دروازہ میں جھکتے ہوئے داخل ہوئے" ــــ یہ ہے اہلحدیث علماء کی نظر عنایت کہ کچھ مسلک واضح کریں تو اس پر ترچھی نظریں اٹھائی جاویں گی.

۲- صفحہ ۲۶ پارہ ۱۲ آیت "وَکَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَآءِ" کا ترجمہ کیا ہے. "اس کی حکومت پانی پر تھی".

حضرات! تعجب کی بات اس سے زائد کیا ہوگی کہ مترجم صاحب مولانا راز اس آیت کے فائدہ میں لکھتے بھی ہیں کہ "مولانا مرحوم کا یہاں ترجمہ اس کی حکومت پانی پر تھی یہ ترجمہ تاویلی ہے".

حضرات! جب مولانا ثناء اللہ صاحب کا ترجمہ تاویلی تھا تو آپ نے پھر اس تاویلی ترجمہ کو پبلک کے لئے اختیار کیا. آپ حاشیہ پر یہ بھی لکھتے ہیں کہ "متاخرین نے جو تاویلیں کی ہیں یہ طریقہ بہت ضعیف و خلاف سلف و کمال خلجان پیدا کرنے والا ہے" اس دیانتداری کا بھی جائزہ لیں کہ جب متاخرین کی تاویلیں خلاف سلف و کمال خلجان پیدا کرنیوالی ہیں تو پھر اس کو ترک کیوں نہیں کیا گیا اور خلجان پیدا کرنیوالی چیز عوام اہلحدیثوں میں کیوں پیش کی؟ مولانا ثناء اللہ صاحب عرش کا معنے حکومت کے ہر جگہ کرتے ہیں. مولانا راز صاحب نے سورۃ طٰہٰ میں

آیت اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ؀ کا ترجمہ حاشیہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب کا یوں لکھا ہے۔ "جو رحمٰن ہے وہ دنیا کی حکومت پر تخت نشین ہے۔" یہ تاویلی ترجمہ ہے۔ یہ عرش کے منکروں کی باتیں ہیں۔ میں اپنے ان علماء کرام کی خدمت میں نہایت احترام سے عرض کرتا ہوں۔ کہ آپ لوگوں نے کیا دیکھ کر اس قرآن مترجم بترجمہ ثنائی پر تقریظیں لکھ دیں؟

۳۔ صفحہ ۲۹۵ سورہ یوسف پارہ ۱۳ میں "خَرُّوْا لَہٗ سُجَّدًا" کا ترجمہ کرتے ہیں۔ "اور بھائی اس کے سامنے آداب مجری بجالائے یعنی عاجزانہ سلام کیا۔"

حضرات! یہ وہی سجدہ تو تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا تھا۔ "یَا اَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُہُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ؀" مولانا آزاد صاحب صفحہ ۲۹۱ میں یوں ترجمہ کرتے ہیں:۔

"جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ میں نے گیارہ ستارے اور سورج اور چاند کو خواب میں دیکھا ہے کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔"

حضرت وہ سجدہ ہی تو تھا یہاں سجدہ سے ترجمہ کیا جائے اور وہاں آداب مجری بجالائے اور عاجزانہ سلام کیا بنایا جاوے۔ غور کا مقام ہے۔ پھر آپ فائدہ میں یہ بھی کہتے ہیں کہ "سجدہ تحیت کا ان کی شریعت میں جائز تھا ہماری شریعت میں حرام قرار پایا

ضرب الامثال میں ایک مقولہ مشہور ہے "اُفٍّ لِمَنْ قَالَ وَیَنْقُضُ مَاقَالَ" یعنی اُف ہے اس شخص کے لئے کہ پہلے تو کہدے پھر اسکو توڑ بھی دے۔

آداب مجری اور عاجزانہ سلام یہ سب تاویلی ترجمہ ہے۔ حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے اس کا ترجمہ یوں کیا کہ "اور گرے واسطے اس کے بھی یوسف کے سجدہ کرتے ہوئے۔" یہ ترجمہ کتنا نفیس تھا مگر اس کی کوئی قدر نہ کی۔ جدت پسندی نے تاویلی غیابۃ الجب میں دھکیل دیا۔ انا للہ۔

۴۔ صفحہ ۲۰۶ سورۃ اعراف پارہ ۹ آیت "ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّجَعَلَ مِنْہَا زَوْجَہَا الخ" اس کا ترجمہ اس طرح کیا۔

"تم کو ایک جان آدم سے پیدا کیا اور اس کی جنس سے اس کی بیوی بنائی۔"

مولانا ثناء اللہ صاحب بیوی حوا کے آدم صفی اللہ سے پیدا ہونے کے منکر ہیں اس لئے انہوں نے "مِنْہَا" کا ترجمہ جنس آدم سے کیا اور لفظ "اس سے" نہیں کیا۔ اور یہ ترجمہ اہل سنت کا نہیں بلکہ ایک معتزلی ابو مسلم اصفہانی کا اختراعی ہے۔ یہ پہلا آدمی ہے کہ جس نے حوا کی آدم صفی اللہ سے پیدائش کا انکار کیا ہے۔ تفسیر نیشاپوری جو تفسیر رازی کا مختصر ہے تفسیر ابن جریر طبری کے ہمراہ قسطنطنیہ میں چھپی ہے اس کے صفحہ ۱۷۱ ج ۴ میں ہے۔ "اَجْمَعَ الْمُفَسِّرُوْنَ عَلٰی اَنَّ الْمُرَادَ بِالنَّفْسِ الْوَاحِدَۃِ وَمِنْہَا ھُوَ اٰدَمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ"

وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا حَوَّاءَ مِنْ ضِلْعٍ وَقَالَ أَبُوْمُسْلِمٍ الْمُرَادُ وَخَلَقَ مِنْ جِنْسِهَا زَوْجَهَا بِقَوْلِهٖ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَ بِأَنَّهٗ تَعَالٰى قَادِرٌ عَلٰى خَلْقِ حَوَّاءَ مِنَ التُّرَابِ فَأَيُّ فَائِدَةٍ فِيْ خَلْقِهَا مِنْ ضِلْعٍ مِنْ أَضْلَاعِ آدَمَ الخ۔

یعنی تمام مفسرین نے اجماع کیا ہے کہ نفس واحدہ سے مراد آدم علیہ السلام ہیں اور اسی نفس واحدہ کی پسلیوں سے اس کی بیوی حوا کو پیدا کیا۔ ابو مسلم اصفہانی کہتا ہے حوا کو اس آدم کی جنس سے بنایا۔ اس کا اعتراض یہ ہے کہ خدا حوا کے مٹی سے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ پھر پسلیوں سے پیدا کرنے میں کیا حاصل؟۔

علامہ نیسابوری اور علامہ رازی نے اس کا جواب دیا کہ خداوند کریم نے نفس واحد کہا۔ دو نفس سے پیدا کرنا نہیں فرمایا جو یا لکل نص صریح کے خلاف ہے اور پھر ارشاد نبوی کے بھی خلاف۔

مولانا راز صاحب نے سورۂ نساء میں تو ترجمہ یہ درج کیا یعنی اس سے اس کا جوڑا یعنی بیوی پیدا کی اور حاشیہ میں یہ حدیث کا بھی ذکر کر دیا کہ عورت کی پیدائش پسلی سے ہے۔ مگر سورۂ اعراف میں آکر اسی بہتی رَو میں بہہ گئے۔ اس جگہ اس ترجمہ کرنے میں کیا برائی نظر آئی جو مولوی ثناء اللہ صاحب کی تقلید کر لی۔ امرتسری اہلحدیث کے فائلوں میں آپ کو مل جائے گا کہ ایک مولوی صاحب نے بیوی حوا کے آدم علیہ السلام سے پیدائش سے انکار کیا تھا مولوی ثناء اللہ صاحب کی تقلید میں۔ جس کا بالوجہ الاتم اس ناچیز نے تعاقب کیا تھا۔ اور ہر پہلو سے واضح کر دیا تھا کہ بیوی حوا کی پیدائش آدم صفی اللہ سے ہے۔ پھر کسی نے دم نہیں مارا۔

افسوس! اس مترجم اہلحدیث قرآن میں اس غلط عقیدہ کو اختیار کیا گیا۔ چاہئے یہ چپ چاپ کیا جائے۔ آگاہ کرنا اہل علم کا کام تھا۔ مگر مقرظین اہل علم کے ذہن نے بھی اس سے بیداری نہیں کی۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ٥

۵:۔ ملک ۲ سورۂ ہود۔ پارہ ۱۲۔ آیت وَفَارَ التَّنُّوْرُ کا ترجمہ کیا۔

"اور صبح روشن ہوئی"۔

اس جگہ بھی قدرے غور سے ملاحظہ ہو۔ مولانا راز صاحب اس معنے کے متعلق لکھتے ہیں "مگر یہ مرجوح ہے"۔ پھر آپ لکھتے ہیں "صحیح اور راجح یہ ہے کہ تنور تھا۔ اکثر مفسرین نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے کہ واقعی ایک تنور تھا"۔ اب صرف دیکھنا اسی قدر ہے کہ جب صحیح اور راجح تنور ہی کا ہونا ثابت ہوا تو پھر ترجمہ صبح روشن ہوئی کے ساتھ کیوں کیا۔؟ اور سورۂ مومنون ملک ۲ میں فَارَ التَّنُّوْرُ کا ترجمہ۔ "اور تنور کی زمین پانی سے پھٹ کر جوش میں آئی"۔ ع

ببیں تفاوت رہ از کجا تا بکجا

صحیح بخاری کتاب التفسیر، سورۂ ہود۔ اور کتاب

الانبیاء ، باب قول عزوجل "وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ" میں "فَارَ التَّنُّوْرُ" کا معنیٰ "نَبَعَ الْمَاءُ" بیان کیا ہے۔

حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ دہلوی نے دہلی کی زبان میں اس کو اس طرح ڈھالا۔ "اور جوش مارا تنور نے یعنی پانی نے"۔

امام بخاریؒ نے عکرمہؒ سے "وجہ الارض" بھی بیان کیا ہے۔ مگر ان میں منافات نہیں۔ ابن جریر طبریؒ نے سلفاً عن خلف تنور ہی کو لکھا۔ اسی کو ابن کثیر وغیرہ نے صحیح کہا۔ اور مولانا بھی اس کی تصحیح نقل کر چکے ہیں۔ پھر صبح روشن کا معنیٰ کرتے ہوئے کچھ تو سوچنا چاہئے تھا۔

۱۶۔ صـ۵۱۲ پارہ ۲۳۔ سورۃ ص۔ آیت "لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ" کے معنیٰ "خود پیدا کیا" کے لئے۔ بھلا ایسی کوئی چیز بھی ہے کہ اس نے خود پیدا نہ کی ہو؟ اس معنیٰ کو مولوی ثناء اللہ صاحب نے صرف اس وجہ سے اختیار کیا ہے۔ کہ وہ خداوند کریم کے ہاتھوں کے قائل نہیں ۔۔ وہ دستِ قدرت کے قائل ہیں۔ اس جگہ ایسے معنیٰ کر دیئے کہ اپنا عیب چھپ جائے، سانپ بھی مر جائے اور لکڑی بھی بچ جائے۔ حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ کا ترجمہ :-

"واسطے اس چیز کے کہ بنایا میں نے ساتھ دونوں ہاتھوں اپنے کے"

کیا برا اور خراب تھا۔ مولانا امرتسری نے اسکو کیوں چھوڑا؟ بخاری و مسلم میں صراحۃً وارد ہے کہ آدم علیہ السلام کو اللہ میاں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

ثنائی ترجمہ پر ایک نظر!

گذشتہ سے پیوستہ

(حضرت علامہ مولانا الحاج عبدالجلیل صاحب سامرودی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آدم صفی اللہ میں جب مناظرہ ہوا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی کہا تھا کہ اَنْتَ اٰدَمُ اَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ - یہ شرف انہیں کو حاصل ہے ورنہ ابلیس اور شرور کا پیدا کرنیوالا کوئی غیر نہیں۔ مولانا آزاد کو یہ ترجمہ اختیار نہ کرنا چاہیے تھا۔ یا اس میں بھی کوئی رازداری ہے حضرات یہ ترجمہ اہلحدیثوں کو زیب نہیں دیتا بلکہ منکرین صفات الٰہی جہمیہ کا ہے۔

۷۔ صفحہ ٦٢٣ سورہ واقعہ پارہ ۲۷ میں آیت وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ کا ترجمہ کیا ہے۔ "اور بڑی پھیلی ہوئی [illegible]ں" مولانا ثناء اللہ صاحبؒ جنت میں سایہ کے منکر [illegible] انہوں نے اس لئے اس طرح معنے کئے۔ ورنہ حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ کا ترجمہ "اور سایہ لمبا" [illegible] قدر پر مغز اور واضح تھا۔ اُسے نظر انداز کر دیا صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۂ واقعہ کو بھی نظر انداز کر دیا۔ وہ تو عام اہلحدیثوں کی روح رواں اور اصل ہے۔ دیکھو باب قولہ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ پھر اس تفسیر میں ابو ہریرہؓ سے ہے۔ آپ نے فرمایا جنت میں ایک درخت ہے کہ جس کے سایہ میں سوار سو برس بھی چلے

تو اُسے ختم نہیں کر سکتا۔ تمہیں اس میں کچھ شبہ ہو تو پڑھو ارشاد باری وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ

تفسیر نبوی کو چھوڑ کر خود ساختہ تفسیر کرنے میں بھی کوئی رازداری ضرور پنہاں ہونی چاہیے!

۸۔ صفحہ ۳۲۵ آیت يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ کا ترجمہ کیا۔

"اپنے رب سے جو ان پر حاکم ہے ڈرتے ہیں"۔

ملاحظہ ہو سورۂ نحل پارہ ۱۴ - آیت ترجمہ ثنائی ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب خداوند کریم کے اوپر ہونے کو نہیں مانتے تھے بلکہ وہ سب جگہ عرش و فرش پر ہونے کے قائل تھے۔ اس وجہ سے یہ گول مول ترجمہ کیا ہے۔ مگر ہمارے مولانا آزاد صاحب بقول مدعی سست گواہ چست اس ترجمہ کا ماخذ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا فارسی ترجمہ فرماتے ہیں۔ شاہ صاحب کا اصل ترجمہ یوں ہے۔

"مے ترسند از پروردگار خود غالب شدہ بالائے ایشاں" ___ اس کا ترجمہ ان کے صاحبزادے شاہ رفیع الدین صاحبؒ نے خود کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں

"ڈرتے ہیں پروردگار اپنے سے اوپر اپنے سے"

مولانا راز صاحب اس کے بعد لکھتے ہیں۔

"مولانا وحید الزماںؒ کا ترجمہ سلف صالحین کی تفسیر سے زیادہ مطابق ہے"۔ آپ اس پر لکھتے ہیں۔ "آیت کریمہ سے اللہ تعالیٰ کی فوقیت کا بھی اثبات ہوتا ہے"۔ اور یہ بھی لکھتے ہیں۔ کہ "تمام اہلحدیث کا اس پر اتفاق ہے سوا مردود جہمیہ اور معتزلہ کے کسی اہل سنت کے پیشوا نے اس کا انکار نہیں کیا۔ شاہ ولی اللہ مرحوم بھی اس کے قائل ہیں"۔

حضرات! جب یہ بات تھی تو پھر ثنائی ترجمہ کو کیوں ذکر کیا؟ وحیدی کا ترجمہ جسے آپ نے سلف صالحین کے مطابق فرمایا ہے اسی کو درج کرتے۔ مگر یہاں نام کی مارا ماری ہے۔

۹۔ مثال پارہ ۴ سورۂ آل عمران کی آیت حَتّٰى يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ کا ترجمہ کرتے ہیں۔ "جب تک وہ ہمارے پاس سوختنی قربانی نہ لاوے کہ جس کو آگ جلاوے"۔

حضرات! اللہ میاں تو فرماوے کہ آگ کھا جاوے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ آگ جلاوے۔ ع

ببیں تفاوت رہ از کجا تا بکجا

جلانا آدمی کا فعل بذریعہ آگ ہے اور آگ کا کھانا جلانا نہیں۔ مولانا راز اس آیت پر فائدہ لکھتے ہیں۔ "یہودی جانوروں کی قربانی کر کے ان کا گوشت آگ میں جلایا کرتے تھے۔ چنانچہ توراۃ کی تیسری کتاب احبار کی پہلی فصل میں اس کا طریقہ مفصل بیان کیا ہے"۔

اس جگہ مولانا راز اور مولانا ثناء اللہ صاحب کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آگ میں قربانی جلاتے تھے۔ آسمان سے کوئی آگ نہیں نازل ہوتی تھی جو قربانی کو بھسم کر دیتی۔ حضرت شاہ عبد القادر صاحبؒ موضح القرآن میں فرماتے ہیں۔

"بعض رسولوں سے یہ معجزہ ہوا تھا کہ کچھ چیز اللہ تعالیٰ کی نیاز رکھی، پھر آسمان سے آگ آئی اس کو کھا گئی بس وہ مقبول ہوئی"۔

اس میں البتہ کمال ہے اگر آگ نے جلا کر قربانی کو بھسم کر دیا تو اس میں کیا کمال ہوا؟ مولانا ثناء اللہ صاحبؒ کا مدار صرف ایک توراۃ کی آیت پر ہے جو ان کی نظر میں واقع ہوئی تھی۔ انہوں نے آسمان سے اترنے والی آگ کی پوری جستجو توراۃ سے نہ کی۔ اگر کرتے تو انہیں ضرور ملتی۔ اور اس معجزہ کا انکار ہرگز نہ کرتے۔ اب دیکھئے! توراۃ ہی سے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ آگ آسمان سے بھی آیا کرتی تھی۔ اور قربانی کو کھا جاتی تھی۔ دیکھو کتاب الاخبار الایام یعنی تواریخ قسم ثانی فصل سابع آیت ۱

وَلَمَّا تَمَّ سُلَيْمٰنُ صَلَاتَهٗ نَزَلَتْ نَارٌ مِّنَ السَّمَاءِ وَاَكَلَتِ الذَّبَائِحَ۔ یعنی سلیمان علیہ السلام جب نماز سے فارغ ہوئے تو آگ آسمان سے اتری اور قربانی کو کھا گئی۔

اسی تواریخ قسم اول فصل ۲۱۔ آیت ۲۶ صفحہ ۲۹۶ پر ہے۔ نَزَلَتْ نَارٌ وَاَكَلَتِ الذَّبَائِحَ یعنی آگ نازل ہوئی اور قربانی کو کھا گئی۔

اور سلاطین قسم اول فصل ۸ آیت ۳۸ میں ہے
فَوَقَعَتْ نَارٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاَكَلَتِ الْقُرْبَانَ
یعنی اللہ کی طرف سے آگ آئی اور قربانی کھا گئی۔

اور احبار صفحہ فصل ۹ ۔ آیت ۲۴ میں ہے۔
وَاَنْ خَرَجَتْ نَارٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَاَكَلَتْ۔

مولانا ثناء اللہ صاحب نے صرف تورات کی ایک آیت کی بنا پر آسمانی آگ کے معجزے کو مٹا دیا تھا کاش وہ اگر نفس تورات کی طرف مراجعت کرتے تو اس معجزہ کا انکار نہ کرتے اور نہ ہی مولانا آزاد پیچھے مکھی پر مکھی مارتے۔ حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب دہلوی نے جو بات لکھی تھی وہ بالکل صحیح ہے اور اسی بنا اس آگ کی فضیلت بھی ہے۔ جلا دینا یہ تو آگ کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے اس میں اعجازی کونسا ہے اور ایسی بدیہی چیز کا طلب کرنا بجز حماقت کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

۱۰۔ صفحہ ۲۸۵ سورۂ یوسف کی آیت "وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا" کا ترجمہ کرتے ہیں:
"اس عورت کے کنبے میں سے ایک شخص نے یہ بات بتائی کہ اگر الخ"

حالانکہ مسند احمد، ابن جریر طبری اور بیہقی کی دلائل النبوت میں حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار بچوں نے بچپنے کی حالت میں کلام کیا ہے منجملہ ان کے ایک وہ لڑکا بھی ہے کہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے گواہی دی تھی۔ گو اس میں اور بھی اقوال آئے ہیں مگر مرفوع کے سامنے کیا وقعت رکھ سکتے ہیں۔ ہمارے مولانا آزاد صاحب نے بھی اس روایت کا اقرار تو کر لیا ہے مگر ترجمہ میں وہی اندھی تقلید سے کام لیا ہے۔ جو ایک اہلحدیث کی شان سے بعید ہے۔

۱۱۔ صفحہ ۴۳۶ سورۂ مریم پ ۱۶ ۔ ع ۴ کی آیت "وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا" کا ترجمہ کیا ہے۔
"ہم نے اس کو ایک بڑی عالی مرتبہ پر بلند کیا تھا جو نبوت کا درجہ ہے۔"

مولوی ثناء اللہ صاحب حضرت ادریس علیہ السلام کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے انکاری ہیں۔ اسی لئے ایک بڑی عالی مرتبہ پر بلند کرنے کے معنے کئے ہیں۔ حالانکہ صحیح بخاری کتاب الانبیاء میں ہے۔ بَابُ ذِكْرِ اِدْرِيْسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَوْلُهُ تَعَالٰى وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔ اس باب میں حضرت انسؓ کی معراج والی روایت بیان کی جس میں ادریس علیہ السلام کا بھی ذکر ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری صفحہ ۲۶۷ ج ۶ میں لکھتے ہیں۔ كَاَنَّهُ اَشَارَ بِالتَّرْجَمَةِ اِلٰى اَنَّ [illegible] وَجَدَهٗ فِي السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ وَهُوَ مَكَانٌ عَلِيٌّ بِغَيْرِ شَكٍّ۔ اس باب کے منعقد کرنے سے گویا اشارہ فرما رہے ہیں اس بات کی طرف کہ جس روایت میں انہیں چوتھے آسمان میں پانے کا بیان ہے اور وہ بلا شک و شبہ بلند جگہ ہے۔

جامع ترمذی تفسیر سورۂ مریم میں امام ترمذیؒ نے اپنی سند سے حضرت قتادہؒ تابعی تک بیان کیا کہ قتادہؒ نے "وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا" کے متعلق کہا حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم

قَالَ لَمَّا عُرِجَ بِیْ رَاَیْتُ اِدْرِیْسَ فِی السَّمَآءِ الرَّابِعَۃِ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔ یعنی خادم نبی انسؓ بن مالک نے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے معراج کرائی گئی تو میں نے ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان میں دیکھا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بلند درجہ نبوت مراد نہیں بلکہ آسمان پر ان کا ہونا یعنی مَكَانًا عَلِيًّا ہے۔ یہ اہلحدیثوں کی صحاح ستہ کا فیصلہ ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کو اہلحدیث کسی حال میں مقدم نہیں کر سکتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا فارسی ترجمہ "و برداشتیم اورا بمکان بلند یعنی بر آسمان"۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ اس طرح ترجمہ فرماتے ہیں۔ "اور چڑھا لیا اس کو مکان بلند میں"۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ اس طرح ترجمہ کرتے ہیں: "اور اُٹھا لیا ہم نے اس کو ایک اونچے مکان پر"۔

حضرات! ان باپ بیٹوں کے ترجمہ میں کونسی سلامت اور فصاحت نہ تھی جو ان کے ترجمہ کو چھوڑ گیا۔ اور مولانا ثناء اللہ صاحب کا ترجمہ نبوت سے سرفراز کو اختیار کیا گیا۔ سلف کے ترجمہ کو نظر انداز نہیں کرنا تھا جس کی تائید احادیث سے بھی تھی۔

۱۲۔ سورۃ فرقان پارہ ۱۹۔ ع ۳ کی آیت اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ کا ترجمہ کیا۔ "جو لوگ مونہوں پر جہنم کی طرف گھسیٹے جائیں گے"۔

یہ ترجمہ حدیث شریف کے بالکل خلاف ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کتاب التفسیر سورۃ فرقان اسی آیت کی تفسیر میں حدیث نبوی سے تفسیر کرتے ہیں۔ وہ حدیث یہ ہے کہ انسؓ بن مالک سے مروی ہے۔ کہ ایک آدمی نے کہا۔ یا نبی اللہ! کافر کا قیامت کے دن منہ پر حشر کیسے ہوگا؟ تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلَيْسَ الَّذِیْ اَمْشَاهُ عَلَی الرِّجْلَيْنِ فِی الدُّنْيَا قَادِرًا عَلٰی اَنْ يُّمْشِيَهٗ عَلٰی وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ قَتَادَةُ بَلٰی وَعِزَّةِ رَبِّنَا۔ کیا جس نے اسے پیروں پر چلایا تھا وہ منہ پر چلانے پر قادر نہ ہوگا۔ اس آدمی نے جواب دیا۔ ہاں ضرور۔ مستدرک حاکم میں حضرت انسؓ اور مسند بزار میں حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ قیامت کے روز تین طرح لوگوں کا حشر ہوگا۔ (۱) سواری پر۔ (۲) قدموں پر (۳) مونہوں پر۔ معترض نے اعتراض کیا کہ منہ پر کیسے چلیں گے؟ تب آپ نے اَلَيْسَ الَّذِیْ الخ ارشاد فرمایا۔

تفسیر نبوی کو چھوڑ کر "گھسیٹے" کا ترجمہ کرنا اہلحدیث کی شان سے بعید ہے۔ شاہ رفیع الدینؒ نے کیا اچھا ترجمہ کیا تھا۔ لکھتے ہیں۔ "اکٹھے کئے جاویں گے اوپر مونہوں اپنوں کے"۔ اصل بات یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب مونہوں کے بل چلنے کے قائل ہی نہیں تھے۔ اسے عقلاً مستبعد تصور کرتے تھے نیچرل وغیرہ کی طرح۔ لہٰذا انہوں نے اسی پہلو کو ترجمہ میں اختیار کیا تھا۔ گھسیٹے کیا بلکہ ہر ناقرین اہلحدیث

کو مولانا راز پر تعجب ہوگا۔ اس لئے کہ آپ حاشیہ میں صحیح حدیث نقل بھی فرما رہے ہیں۔ مگر اس کے خلاف ترجمہ بھی کرتے جا رہے ہیں۔ نہ معلوم اس میں کیا راز ہے۔ کیا مخلوقِ خدا کو صحیح راستہ پر چلانا نہیں چاہتے۔ آپ خود ہی بھٹکے رہا کریں۔

۱۳۔ صفحہ [illegible] سورۂ صٓ میں آیت "وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا" کا ترجمہ کیا۔

"ہم نے ایک جسم بے جان یعنی کچا گرا ہوا بچہ ڈلوا دیا جو اُسی کا بچہ تھا"۔

یہ ثنائی ترجمہ ہے جسے مولانا راز صاحب نے اہلحدیثوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ حالانکہ صحیح بخاری کتاب الانبیاء، سلیمان علیہ السلام کے ذکر میں ہے "جَسَدًا شَیْطَانًا" یعنی اس جسد سے مراد شیطان ہے۔ امام المفسرین ابن جریر طبریؒ نے اس کو حضرت ابن عباسؓ اور قتادہؒ اور مجاہدؒ وغیرہ مفسرین سے بیان کیا۔ اور اسی کو اختیار کیا۔ ملاحظہ ہو صفحہ [illegible] ج ۲۳۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری صفحہ ۳۳۱ ج ۶ میں لکھتے ہیں "وَهُوَ الْمُعْتَمَدُ" "اعتماد کے لائق یہی ہے"۔ ابن کثیر صفحہ ۳۴ جلد ۴۔ آیت مذکورہ کے تحت میں ہے۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَمُجَاهِدٌ وَسَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَالْحَسَنُ وَقَتَادَةُ وَغَيْرُهُمْ يَعْنِيْ شَيْطَانًا۔

تعجب تو یہ ہے کہ مولانا راز صاحب نے تفسیر وحید الزماں سے شیطان کا بیان فائدہ میں برابر کیا۔ مگر ترجمہ میں وہی ثنائی ترجمہ جو باتباع ابو مسلم اصفہانی معتزلی کیا گیا تھا، اہلحدیثوں کی ضیافت طبع کے لئے پسند کیا۔ حضرات! صحیح بخاری کے خلاف میں بھی بھی کوئی چیز ہے اور پھر اہلحدیث!

۱۴۔ صفحہ [illegible] سورۂ قلم، پ ۲۹۔ آیت "يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ" کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

"جس روز سخت گھبراہٹ ہوگی"۔

یہ ثنائی ترجمہ ہے۔ اس میں ایک خدائی صفت کا صریح انکار ہے۔ مولانا راز صاحب کو لائق تھا کہ قرآن کی تفسیر حدیث ہی سے کرتے۔ ہمارے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کی کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ ن والقلم میں باب "يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ" منعقد فرما کر اس آیت کی تفسیر حدیث نبویؐ ابو سعید خدریؓ سے کی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ "سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَكْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهٖ فَيَسْجُدُ لَهٗ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ" الحدیث۔ ہم نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ ہمارا رب اپنی پنڈلی کھولے گا پس ہر مومن مرد و عورت سجدہ میں واقع ہو جائیں گے۔ بخاری کی ایک دوسری روایت میں انہیں ابو سعید خدریؓ سے مرفوعاً ہے۔ فَيَقُوْلُ هَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ اٰيَةٌ تَعْرِفُوْنَهَا فَيَقُوْلُوْنَ السَّاقُ فَيَكْشِفُ عَنْ سَاقِهٖ فَيَسْجُدُ لَهٗ كُلُّ مُؤْمِنٍ۔ الحدیث۔ اللہ میاں فرمائیں گے مخلوق سے کہ آیا اُس کے اور تمہارے درمیان کوئی خاص نشانی ہے جسے تم بھی پہچانتے ہو؟ کہیں گے ہاں وہ ساق (پنڈلی)

جس اللہ میاں اپنی پنڈلی کھولیں گے۔ یہ دیکھتے ہی
سب مومن سجدہ میں واقع ہو جائیں گے۔

ہمارے مولانا راز صاحب اپنے ثنائی ترجمے کے
حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ متکلمین نے اپنی عادت کے
موافق ساق یعنی پنڈلی کی تاویل کی ہے۔ اور یوم
یکشف کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ جس دن سخت دن
ہوگا اہلحدیث تاویل نہیں کرتے۔" الخ

حضرت! جب اہلحدیث تاویل نہیں کرتے
پھر آپنے اہلحدیثوں کے خلاف کیوں انہیں
کرنے کے لئے تاویلی ترجمہ کیا۔ حضرت شاہ رفیع الدین
صاحب کا ترجمہ۔ جس دن کہ کھولا جاویگا پنڈلی سے
حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلویؒ کا ترجمہ۔
جس دن کھولی جاوے گی پنڈلی۔ ان دونوں مرحوموں
کے والد شاہ ولی اللہ صاحبؒ فارسی ترجمہ کرتے ہیں۔
"روزیکہ برداشتہ شود از ساق۔"

موضح القرآن میں ہے "حشر کے دن ہر امت
جس کو پوجتی تھی اس کے ساتھ جاوے گی۔ مسلمان
رہ جاویں گے۔ پروردگار آویگا جس صورت
میں پہچانیں گے۔ فرماویگا میں تمہارا رب ہوں!
میرے ساتھ آؤ۔ کہیں گے نعوذ باللہ ہمارا رب
آویگا تو ہم پہچان لیں گے۔ فرماویگا کچھ اسکا نشان
جانتے ہو؟ کہیں گے جانتے ہیں۔ پھر ظاہر ہوگا اپنے
نشان کی موافق اور پنڈلی کھولے گا تو سجدہ میں گر جائیں گے
۱۵۔ ص۳۶۵ سورۃ کہف۔ آیت "قُل لَّو
كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي" الآیہ۔
کا ترجمہ کیا ہے۔

"میرے پروردگار کی معلومات اور مقدورات
کے لئے سیاہی بنجائیں تو یہ سمندر ختم ہو جائے
پہلے اس سے کہ میرے پروردگار کے معلومات اور
مقدورات ختم ہو سکیں۔"

حضرات! یہ ثنائی ترجمہ "كَلِمَاتِ رَبِّي"
کا ہے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب تو فی الحقیقت
کلماتِ الٰہی کے قائل ہی نہیں۔ کلام نفسی ہی کے
قائل ہیں۔ کہ جس کے لئے نہ ہی حرف ہے اور نہ ہی
صوت آواز۔ یعنی قائم بذاتہ۔ اسی بنا پر کلمات کے
معنے حکم احکام، معلومات اور مقدورات کے
کرتے ہیں۔ مگر ہمارے مولانا راز صاحب نے اسے
کیوں سراہا۔ بخاری شریف نہیں تھی؟ لو دیکھو
صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالے
قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي الخ
امام بخاریؒ نے خداوندی کلمات کو ثابت فرمایا تھا
نہایت شد و مد سے شاہ رفیع الدین صاحب دہلویؒ
ترجمہ کرتے ہیں "کہ اگر ہووے دریا سیاہی واسطے
باتوں پروردگار میرے کے"۔ شاہ عبدالقادر صاحبؒ
دہلویؒ ترجمہ کرتے ہیں "تو کہہ اگر دریا سیاہی ہو کر
لکھے میرے رب کی باتیں"۔ حضرت شاہ ولی اللہ
محدث دہلوی فارسی میں ترجمہ کرتے ہیں "اگر باشد
دریا سیاہی برائے نوشتن سخنان پروردگار من"۔
سورۃ لقمان میں شاہ رفیع الدین صاحبؒ ترجمہ
کرتے ہیں "نہ تمام ہوویں باتیں اللہ کی"۔ شاہ

عبدالقا
باتیں
جو آپ
اس ثنائی
میں ثنا
کے لئے
اہلحدیث
برادرو
چیزوں
مقرظین
کے فضل
نہیں کیا
میں بہ
اہلحدیث
رنگ
پھر وہاں
آہی پہنچیں
چل نکلے
ابن ماجہ

عبدالقادر صاحب دہلوی ترجمہ کرتے ہیں۔ "منہ پھیریں باتیں اللہ کی۔"

حضرات! یہ تو نمونہ از خروارے ہے۔ جو آپ لوگوں کی خدمت میں حاضر کیا گیا ہے۔ ورنہ اس ثنائی ترجمہ میں بیشمار مواضع ہیں کہ جن مقامات میں ثنائی ترجمہ نے گل افشانی جماعت اہلحدیث کرنے کی ہیں۔ اس ترجمہ سے بڑھکر جماعت حقہ اہلحدیث کے لئے مضر اور کوئی چیز نہ ہوگی۔ اہلحدیث برادروں کو بیدار ہوکر اپنے عقائد کو خراب کرنے والی چیزوں سے احتراز کرنا لازم ہے۔ ہمارے علمائے مقربین کا قصور نہیں۔ اس لئے کہ خداوند قدوس کے فضل وکرم سے انہوں نے حرفاً حرفاً مطالعہ نہیں کیا۔ بلکہ شخصیت کے جھونک میں بعض کرتبی رَو میں بہہ گئے۔ اللہ میاں معاف کرے۔

اصل بات تو یہ ہے کہ اس ترجمہ کی خصوصاً اہلحدیث برادری کو ضرورت ہی نہ تھی۔ دنیا بھی عجیب رنگ لاتی ہے مشہور فرم اور کمپنی کے نام پر مرتی ہے۔ پھر وہاں کچھ بھی ہو مگر ایک دفعہ تو پروانوں کی طرح آ ہی پھنسیں گے۔ مالکان کمپنی کا مال ایک دفعہ تو ضرور ہی چل نکلے گا۔

حضرات! میں اگر اسی وجہ سے چپ رہوں کہ کھوٹے مال کی بازار میں نکاسی سے حائل ہوں تو ایک دفعہ نہیں لاکھ دفعہ مجھے برا بھلا کہا جاوے مگر میرا جو فرض ہے یعنی مسلمانوں کی خیرخواہی، یہ تو بلا کئے رہ نہیں سکتا۔ پھر میرا استاذ ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ ارشادِ نبوی ہے۔ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ اس پر آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ لِمَنْ کن کے لئے؟ فرمایا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ عَامَّةً۔ خدا اور اُس کے رسول اور کل مومنوں کے لئے۔

حضرات! مجھ سے اکثر حضرات اسی وجہ سے کتراتے ہیں کہ کمالِ کاسد کی نکاسی میں حائل ہوا کرتا ہوں۔ میرا عذر یہ ہے میرا مقصد صرف اسی قدر ہے کہ جماعت اہلحدیث میں اس پرفتن زمانہ میں خالص طریقہ کی اشاعت ہو، بیلوئی اور غلو والی تبلیغ سے احتراز کیا جائے۔ وَاللّٰهُ وَلِیُّ التَّوْفِیْق۔

راقم آثم خادم الاسلام والمسلمین اہل الحدیث ابو عبد الکبیر محمد عبد الجلیل السامرودی
کان اللہ لہ — اوائل مئی ۱۹۵۸ء